1

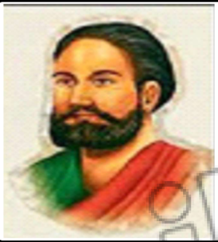

ہستی اپنی حباب کی سی ہے

ماخذ: کلیاتِ میرؔ　　شاعر کا نام: میر تقی میرؔ　　ردیف: کی سی ہے

شاعر کا تعارف: (K.B-U.B)

میر تقی میرؔ 1723ء میں آگرہ میں محمد علی متقی کے گھر پیدا ہوئے۔ علی متقی درویش اور گوشہ نشین انسان تھے۔ میرؔ نے ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد کے دوست سید امان اللہ کے ہاتھوں پائی۔ جب میرؔ کی عمر دس سال ہوئی تو سید امان اللہ کا انتقال ہو گیا اس کے تقریباً دو سال بعد میرؔ کے والد بھی چل دیے۔ اب میرؔ بالکل بے یار و مددگار رہ گئے۔ سوتیلے بھائیوں کی زیادتیوں اور ناانصافیوں سے بددل ہو کر آگرہ سے نکل کر دہلی پہنچے اور ایک نواب کے ہاں ملازم ہوئے۔ نادر شاہ کے حملے میں نواب صاحب مارے گئے تو میرؔ ایک بار پھر بے سہارا ہوئے اور آگرہ واپس آ گئے جہاں سوتیلے ماموں سراج الدین علی خانؔ آرزو کی صحبت میں رہے۔ حالات کی سِتم ظریفی نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا اور کچھ عرصہ بعد گوشۂ عافیت کی تلاش میں واپس لکھنؤ پہنچے۔ وہاں ان کی شاعری کی دُھوم مچ گئی۔ نواب آصف الدولہ کے دربار میں تین سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر رہا۔ یوں میرؔ کی زندگی میں کچھ آرام نصیب ہوا۔ مگر اپنی تُند مزاجی کی وجہ سے دربار سے الگ ہو گئے۔ آخری عمر میں جوان بیٹی اور بیوی کے انتقال نے تو میرؔ کی کمر ہی توڑ دی۔ آخر اقلیم سخن کا یہ حرماں نصیب 87 سال کی عمر پا کر 1810ء میں لکھنؤ کی آغوش میں ہمیشہ کے لیے سو گیا۔

میرؔ کی اردو غزلیات کے چھے دیوان ان کی یادگار ہیں۔ فارسی کا ایک دیوان، چند قصائد، چونتیس مثنویاں، ''نِکاتَ الشُعرا'' کے نام سے شعرا کا تذکرہ اور ایک خودنوشت ''ذکرِ میرؔ'' ان سے منسوب ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ میرؔ قادر الکلام شاعر تھے جنھوں نے ہر صنفِ شعر میں طبع آزمائی کی لیکن ان کا اصل میدان اور وجہ شہرت ان کی غزل ہے۔

www.ilmkidunya.com

مشکل الفاظ کے معانی

(K.B)

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
تلاشِ معاش	روزگار کی تلاش	حَباب	بلبلہ
طبع آزمائی کی	کوشش کرنا	سَراب	دھوکا
خُدائے سخن	گفتگو کا بادشاہ	لب	ہونٹ
ترنم	گانا، الاپ	چشمِ دل	دل کی آنکھ
ہم عصر	ہم زمانہ	اُوقات	حیثیت
مُتَاخرین	بعد میں آنے والے	اِضطِراب	بے چینی، بے قراری
سَراہنا	تعریف کرنا	آتشِ غم	غم کی شدت، غم کی آگ
دَواوین	دیوان کی جمع	نیم باز	اَدھ کھلی
ہستی	زندگی	در	دروازہ، چوکھٹ
نمائش	دکھاوا	خانہ خراب	برباد گھر
نازکی	نازک پن، خوب صورتی	دل بھُنا	دل جلنا، بے قراری
پنکھڑی	پھول کی پتی	مستی	مزا
عالَم	دنیا، جہان	عظمت	بڑائی

www.ilmkidunya.com

(U.B-A.B)

اشعار کی تشریح

شعر نمبر ا :

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی ہے

حوالۂ شعر:۔

صنفِ سخن : غزل

شاعر کا نام : میر تقی میرؔ

ماخذ : کلیاتِ میرؔ

مفہوم : انسانی زندگی پانی کے ایک بلبلے کی مانند ہے اور یہ نمائشِ دنیا محض دھوکا اور فریب ہے۔

تشریح :۔

میر تقی میرؔ اردو شاعری کے سرتاج تھے۔ ان کی شاعری کا حسن عالم گیر ہے۔ ان کی غزل سادہ پُر درد، پُرخلوص اور انسانی جذبات کی عکاس ہے۔ میرؔ کی غزل آپ بیتی کے روپ میں جگ بیتی بن کر آفاقی وُسعتوں کی حامل بن جاتی ہے۔ ان کے خاص موضوعات میں حسن و عشق، درد و غم، معاصر حالات، انسان دوستی اور احترام آدمیت، تصوف اور دنیا کی بے ثباتی اہم ہے۔

زیرِ نظر شعر میں میرؔ نے اپنی ہستی کہ انسانی زندگی مراد لیا ہے اور اسے پانی کے بُلبلے سے تشبیہ دی ہے۔ جس طرح پانی کا بلبلا ناپائیدار ہوتا ہے اسی طرح انسانی زندگی بھی قابلِ بھروسا نہیں ہے۔ یہ بھی ناپائیدار ہے۔ کبھی بھی ختم ہوسکتی ہے۔ انسانی زندگی ایسا چراغ ہے جو ہوا کے دوش پر رکھا ہوا ہے اور کبھی بھی بجھ سکتا ہے۔ بقول شاعر:

ہماری سانس کی ڈوری کا اعتبار ہی کیا
کہ یہ چراغِ مسلسل ہوا کی زَد میں ہے

شعر کے دوسرے مصرعے میں میرؔ نے دنیا کی اس نمائش کو سراب (دھوکا) قرار دیا ہے۔ صحرا میں سفر کرتے ہوئے مسافر جب دور تک دیکھتا ہے تو اُسے دور چمکتی ہوئی ریت پر پانی کا گماں ہوتا ہے۔ مگر پاس جانے پر محض نظر کا دھوکا ہوتا ہے۔ بقول شاعر اس دنیا کی حقیقت بھی ایسی ہی ہے۔ یہاں رہتے ہوئے ہمیں اس کی اور اَبدیت کا گماں ہوتا ہے۔ مگر جب موت کا بلاوا آن پہنچتا ہے تو اس کی ناپائیداری ثابت ہوتی ہے۔ بقول شاعر:

وائے نادانی کہ وقتِ مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

میر تقی میرؔ پر اپنے والد اور چچا کی درویش مَنش طبیعت کا گہرا اثر تھا۔ کچھ اس دور کی سیاسی اور سماجی افراتفری کا نتیجہ ہے کہ نہ صرف میرؔ بلکہ دبستان دِلّی پر ہی صوفیانہ مضامین کی چھاپ گہری نظر آتی ہے۔ پس بے ثباتیِ دنیا کا مضمون بھی اسی صوفیانہ فضا کی دین ہے۔ میرؔ نے بھی مذکورہ بالا شعر میں اس مضمون کو بیان کر کے دراصل تنبیہ کی ہے کہ موجودہ زندگی کو ابدی زندگی سمجھ کر بے بانگ دعوے کرنا چھوڑ دو اور اپنی مختصر زندگی کو دنیا کی اس پُرفریب نمائش میں گم ہو کر ضائع مت کرو بلکہ اپنی تخلیق کے حقیقی مقصد کے حصول کی کوشش میں رہو۔ بقول شاعر:

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

www.ilmkidunya.com

www.ilmkidunya.com

مختصر یہ کہ فکری لحاظ سے شعر تصوّف کا عُمدہ مضمون لیے ہوئے ہے۔ جہاں تک فن کی بات ہے تو ''حباب'' اور ''سراب'' کی بہترین تشبیہات کے ہوتے ہوئے بھی شعر سہل مُمتنع کی عمدہ مثال ہے۔

شعر نمبر۲: لاہور بورڈ G-I-2017

نازکی اُس کے لب کی کیا کہیے
پنکھڑی ایک گلاب کی سی ہے

حوالۂ شعر:۔

صنفِ سخن : غزل

شاعر کا نام : میر تقی میؔر

ماخذ : کلیاتِ میؔر

مفہوم : محبوب کے ہونٹ گُلاب کی پنکھڑی جیسے نازک ہیں۔

تشریح :۔

میؔر کے کلام کی نمایاں ترین خوبی ان کی زبان و بیان کی سادگی اور بے ساختگی ہے۔ وہ مشکل سے مشکل مضامین کو کمال مہارت سے روزمرہ کی سادہ زبان میں ادا کر جاتے ہیں۔ **زیرِ تشریح** شعر حسنِ محبوب کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ شاعر نے نزاکت کے اعتبار سے اپنے محبوب کے ہونٹوں کو گُلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دی ہے کیونکہ گلاب کا پھول اپنی رنگت، خوشبو، اور نزاکت کے اعتبار سے گلوں کا بادشاہ تصور کیا جاتا ہے۔ جبکہ شاعر کا محبوب ہر اعتبار سے گلاب سے بھی اعلیٰ ہے گویا محبوب حسن و جمال کا پیکر ہے۔ بقول شاعر:

؎ پھولوں کی نمائش میں اگر وہ بھی ہوا تو
اس بار گُلابوں کو بڑی آگ لگے گی

مضمون کے اعتبار سے شعر، شاعر کے جمالیاتی ذوق اور گہرے مشاہدے کا غماز ہے۔ چناں چہ محبوب کی خوب صورتی، حسن اور جمال کو بیان کرنے کے لیے اُس کی نظر گلاب کے پھول پر جا پڑی۔ صرف میؔر ہی نہیں اردو شاعری کے تقریباً تمام استاد شعرا نے اپنے محبوب کے حسن و گل کی خوب صورتی کے درمیان موازنہ کیا ہے اور اپنے محبوب کے حُسن کو حُسن کا اصل معیار قرار دیا ہے۔ آتشؔ نے کہا تھا:

؎ یہ آرزو تھی کہ تجھے گُل کے رُوبرو کرتے
ہم اور بلبلِ بے تاب گفت گو کرتے

فیض کہتے ہیں:

؎ رنگ و خوشبو کے، حُسن و خوبی کے
تم سے تھے جتنے اِستعارے تھے

غرض یہ کہ میرؔ نے کمالِ تخیل سے کام لیتے ہوئے حسنِ محبوب سے متعلق اپنے جذبات واحساسات کو سادگی، روانی، سلاست اور موزوں ترین الفاظ میں بیان کیا ہے کہ شعر سہلِ ممتنع کی عمدہ مثال بن گیا ہے۔

شعر نمبر ۳:

چشمِ دل کھول اس بھی عالم پر
یاں کی اَوقات خواب کی سی ہے

حوالۂ شعر:۔

صنفِ سخن : غزل
شاعر کا نام : میر تقی میرؔ
ماخذ : کلیاتِ میرؔ

مفہوم : اپنے دل کی آنکھ سے دوسری دنیا کو دیکھو کیوں کہ اس دنیا کی حقیقت خواب سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔

تشریح:۔

تشریح طلب شعر بھی اپنے اندر بے ثباتیِ دنیا کے معنی لیے ہوئے ہے۔ چوں کہ میرؔ کا تعلق ایک صوفی گھرانے سے تھا، اس لیے انھیں اکثر اللہ والوں کی محفلوں میں جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ خود میرؔ کے والد بھی انھیں ایسی نصیحتیں کرتے تھے جن کا تعلق دنیاوی زندگی سے زیادہ اخروی زندگی سے تھا۔ اس کے علاوہ حوادثِ زمانہ نے بھی میرؔ کا دل اس دنیا سے اچاٹ کر دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کے مضامین میرؔ کے ہاں خوب صورت انداز میں ملتے ہیں۔ جیسے:

کہا میں نے کتنا ہے گُل کا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسّم کیا

تشریح طلب شعر کی انفرادیت یہ ہے کہ اس کے پہلے مِصرعے میں شاعر نے آخرت کی فکر کرنے کی دعوت دی ہے اور دوسرے مصرعے میں اس دنیا کی حقیقت بتائی ہے ''چشمِ دل'' سے مراد دل کی آنکھ یعنی ''بصیرت'' ہے۔ ہماری آنکھیں چیزوں کی ظاہری ہیئت کو دیکھتی ہیں جب کہ اس دنیا کی ماہیت کو سمجھنا عقل و دانش اور حکمت کا کام ہے۔ اسی لیے شاعر نے دل کی آنکھ کھولنے کے لیے کہا ہے۔ بقول شاعر:

اے اہلِ نظر ذوقِ نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر ہی کیا ہے

اقبال کہتے ہیں:

دل بِینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

یہ بات مبنی برحق ہے کہ جس شے کی جس قدر حقیقت ہو اُسے اتنی ہی اہمیت دی جائے۔ دوسرے مِصرعے میں شاعر نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب اس دنیا کی حقیقت ہی پانی کے بلبلے یا خواب وخیال سے زیادہ نہیں تو اس کی فکر میں خود کو ہلاکت میں ڈال لینا کچھ دانش مندی نہیں ہے۔ بل کہ اوّل درجے کی اہمیت تو آخرت کی زندگی کو دینی چاہیے۔ اسی کی فکر کرنی چاہیے۔ اسی زندگی کے لیے سامان تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ بقول شاعر:

آخرت میں عمل نیک ہی کام آئیں گے
پیش ہے تجھ کو سفر، زادِراہ پیدا کر

جوانی میں عدم کے واسطے سامان کر غافل
مسافر شب سے اٹھتے ہیں جو جانا دور ہوتا ہے

www.ilmkidunya.com

مختصر یہ کہ شاعر نے چشم کی رعایت سے ''خواب'' کا لفظ استعمال کر کے تشبیہ کے ساتھ ساتھ مراعاتُ النظیر کی بھی عُمدہ مثال پیش کی ہے۔ شعر فکروفن کے لحاظ سے بہترین تخلیق ہے۔

شعر نمبر۴:

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اِضطِراب کی سی ہے

حوالہ ٔشعر:۔

صنفِ سخن : غزل

شاعر کا نام : میر تقی میؔر

ماخذ : کلیاتِ میؔر

مفہوم : اپنی بے قراری کے سبب بار بار محبوب کے در پر جاتا ہوں۔

تشریح:۔

یہ حقیقت ہے کہ میؔر کی غزل ان کے سچے پُر خلوص، دلی خیالات وجذبات کی سچائیوں کی اس خوب صورتی سے ترجمانی کرتی ہے کہ ان کے جذبات ہر کسی کے جذبات بن کر ہر دل کو اپیل کرتے ہیں۔ اسی خلوص کی وجہ سے ان کی شاعری میں آفاقیت کا انداز پیدا ہوگیا ہے۔ جس سے ان کی شاعری آپ بیتی کی بجائے جگ بیتی قرار پاتی ہے۔

تشریح طلب شعر میں شاعر نے راہِ عشق ایک عاشق کی اِضطِراری کیفیت کو موضوع بنایا ہے۔ اس بے قراری میں عاشق بار بار محبوب کے در کے چکر کاٹتا ہے۔ تاکہ اس کا دیدار نصیب ہو سکے۔

؎ تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا
کبھی اِس سے بات کرنا، کبھی اُس سے بات کرنا

انسانی فطرت ہے کہ جو شے اُسے سب سے زیادہ عزیز ہو اُسے وہ نظروں سے دور نہیں کرنا چاہتا۔ جس ہستی سے سب زیادہ محبت ہو اس سے کیوں کر غافل ہو سکتا ہے۔ ایسے معاملے میں تو دل دوہرے وَسوسوں میں مبتلا ہوتا ہے کہ کہیں ''محبوب'' ہمیں بھول نہ جائے۔ پس یہی سوچ کہ وہ بار بار محبوب کے در پر جاتا ہے۔

؎ جسے بھی دیکھوں تیرے حسن کی لپیٹ میں ہے
کہ جیسے سارا جہاں تیری راہ گزر میں ہے

''عشقِ حقیقی'' کے حوالے سے دیکھیں تو صوفیا کا واضح نظریہ ہے **''جو دم غافل، سو دم کافر''**

لہٰذا عُشاّق بار بار محبوب کی طرف دھیان لگاتے ہیں کہ اللہ سے دل کا جو رابطہ ستوار ہوا ہے۔ وہ کہیں مُنقطَع نہ ہو جائے بل کہ قربِ الٰہی کی تڑپ ایک سالک کے اضطراب کو بڑھا دیتی ہے۔ جس کے باعث وہ بار بار محبوب کے در پر جاتا ہے۔

؎ ارض و سما کہاں تیری وُسعت کو پا سکے
میؔرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

مختصر یہ کہ شاعر نے خوب صورت انداز میں عاشق صادق کی دلی کیفیات کو بیان کیا ہے۔ لفظ ''بار بار'' اور ''اضطراب'' کے استعمال نے شعر میں غِنائیت پیدا کر دی ہے۔

شعر نمبر۵:

میں جو بولا ، کہا کہ یہ آواز
اسی خانہ خراب کی سی ہے

حوالۂ شعر:۔

صنفِ سخن : غزل

شاعر کا نام : میر تقی میؔر

ماخذ : کلیاتِ میؔر

مفہوم : میؔری آواز سن کر محبوب نے مجھے ''خانہ خراب'' کہہ کر پہچان لیا۔

تشریح :۔

تشریح طلب شعر میؔر کے فلسفہ غم کی نمائندگی کرتا ہے اور ان کی ذاتی زندگی میں محرومیوں اور مجبوریوں کے ساتھ ساتھ حسرت وارمان کی ایک طویل داستان بیان کرتا ہے میؔر کو زندگی میں غم دوراں کے ساتھ ساتھ غمِ جاناں بھی لاحق تھا۔ عشق کا رَوگ تو وہ روگ ہے کہ **جس تن لاگے وہی تن جانے**۔ ایک عاشق کے لیے زندگی کی سب سے بڑی خوشی یا سرمایۂ حیات دیدارِ محبوب اور قرب محبوب ہی ہوتا ہے۔ جس کے حصول کے لیے وہ قاصد بھیجتا ہے، خط لکھتا ہے یہاں تک کہ خود بھی محبوب کے در کے بار بار چکر لگاتا ہے تاکہ حال دل بیان کر سکے۔ اردو کے بہت سے اُستاد شُعَرا نے اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔

؎ گو نامہ بَر سے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر
مجھ کو وہ میؔرے نام سے پہچان تو گیا

یا

؎ قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھوں
میں جانتا ہوں کیا وہ لکھیں گے جواب میں

یا

؎ رات محفل میں تیری ہم بھی کھڑے تھے چپکے
جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ

لیکن اردو شاعری کا محبوب ہمیشہ اپنے عاشق سے بے رخی اور بے مَروّتی برتتا ہے۔ وہ کج ادائی سے کام لیتا ہے۔ اپنے عاشق کو نظرِ التفات سے نہیں نوازتا۔ حسنِ غرور اُس کے مزاج میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب شاعر نے دیدار کی غرض سے محبوب کے دروازے پر جا کر صدا لگائی اور گریہ زاری کی تو محبوب نے آواز سے پہچان تو لیا مگر مراد پوری نہیں کی۔ بقول شاعر:

؎ ہم فقیروں سے کج ادائی کیا
آن بیٹھے جو تو نے پیار کیا

محبوب کا اپنے عاشق کو ''خانہ خراب'' کہنا اپنے اندر خوب صورت معنی لیے ہوئے ہے کہ محبوب جانتا تو ہے کہ اُس کے عشق میں گُھل کر عاشق کی کیا حالت ہو گئی ہے۔ بقول شاعر

www.ilmkidunya.com

قامت خمیدہ ، رنگ شکستہ ، بدن نزاد
تیرا تو میرؔ عشق میں عجب حال ہو گیا

دوسری طرف یہی لفظ (خانہ خراب) اپنے اندر طنزیہ معنی بھی رکھتا ہے کہ محبوب نے آواز سنتے ہی برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ گویا وہ اپنے عاشق کی آواز تک نہیں سننا چاہتا۔

الغرض کہ بول چال کے انداز میں جس خوب صورتی سے اپنے غم کو زبان دی ہے وہ میرؔ کا ہی کا خاصا ہے۔ شعر سہل مُمتنع کی عمدہ مثال ہے ''بولنے اور آواز'' کے تلازمے نے شعر کو مزید خوب صورت بنا دیا ہے۔

شعر نمبر ۶ : گوجرانوالہ بورڈ G-I-2017

آتشِ غم میں دل بُھنا شاید
دیر سے بو کباب کی سی ہے

حوالۂ شعر:۔

صنفِ سخن : غزل
شاعر کا نام : میر تقی میرؔ
ماخذ : کلیاتِ میرؔ

مفہوم : غموں کی آگ میں میرا دل کباب کی مانند جل رہا ہے۔

تشریح :۔

''دردوغم اور رنج والم'' کا بیان میرؔ کی شاعری کی نمایاں صفت ہے۔ زندگی کا ایک ایک پل میرؔ نے اذیت میں گزارا۔ عام حالات سے قطع نظر عین جوانی میں ناکام تجربۂ عشق نے ان کے دل کو یکسر گداز کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ معاصر حالات بھی امن وامان سے خالی تھے۔ ہر طرف افراتفری اور بے یقینی کا دور دورہ تھا۔ ان تمام باتوں نے مل کر میرؔ کی شاعری کا لہجہ انتہائی دردناک بنا دیا۔ خود کہتے ہیں:

مجھ کو شاعر نہ کہو میرؔ کہ صاحب میں نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

اور

کِن نے اپنی مصیبتیں نہ گنیں
رکھتے میرؔے بھی غم شمار اے کاش

زیرِ تشریح شعر میں بھی شاعر نے غموں کی شدّت کو ہی موضوع بنایا ہے۔ کہتے ہیں کہ زندگی میں ملنے والے مسلسل غموں اور دکھوں کی آگ نے میرے دل کو جلا کر رکھ دیا ہے۔ ان مصائب کو برداشت کرتے کرتے میرا دل کباب کی مانند بُھن گیا ہے۔ اس کے جلنے کی بو اطراف میں پھیل گئی ہے۔ گویا میرؔ کے اندازِ گفت گو سے بھی اس کے دل جلے ہونے کا گماں ہوتا ہے۔ خود کہتے ہیں:

میں کون ہوں اے ہم نفساں ، سوختہ جاں ہوں
اک آگ میرؔے دل میں ہے جو شُعلہ فشاں ہوں

www.ilmkidunya.com

الغرض کہ میرؔ نے خوب صورت انداز میں اپنی داخلی کیفیات کی ترجمانی کی ہے شاعر نے اپنے ''دل'' کو کباب اور غم کی شدت کو آگ سے تشبیہ دی ہے اور جس طرح آگ سب کچھ جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اسی طرح شاعر کا دل بھی خاکستر ہو گیا ہے۔

شعر ۷۔

میرؔ ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

حوالۂ شعر:۔

صنفِ سخن : غزل
شاعر کا نام : میر تقی میرؔ
ماخذ : کلیاتِ میرؔ

مفہوم : اے میرؔ! تیرے محبوب کی اَدھ کھلی آنکھوں میں اس قدر مَستی اور نشہ ہے جیسے شراب میں ہُوا کرتا ہے۔

تشریح:۔

میرؔ کے کلام کی نمایاں ترین خوبی ان کی زبان و بیان کی سادگی اور بے ساختگی ہے۔ وہ مشکل سے مشکل مضامین کو کمال مہارت سے روزمرہ کی سادہ زبان میں ادا کر جاتے ہیں۔ **زیرِ تشریح** شعر حسنِ محبوب کی تعریف میں کہا گیا ہے۔ اس شعر میں میرؔ اپنے محبوب کی ایک اَدا پر فریفتہ دکھائی دیتے ہیں اور وہ ادا اس کی جھکی پلکوں کی اَدا ہے۔ دراصل محبوب کی ہر ادا دلبری ہے۔ عاشق سوائے محبوب کے کسی شے کو دیکھنا ہی نہیں چاہتا ہے یعنی محبوب عاشق کی آنکھ سے کبھی اوجھل نہیں ہوتا ہے۔ ظاہری آنکھ سے دکھائی نہ بھی دے تو دل کی آنکھ سے عاشق اپنے محبوب کی ادائیں دیکھتا رہتا ہے۔

''محبوب، محبت کے حُسنِ انتخاب اور حُسنِ خیال ہی کا نام ہے۔''

بات کریں آنکھوں کی ادا کی، تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ آنکھوں کا ہی کمال ہے کہ ایک خاص وقت میں یہ ایک خاص منظر دکھا دیتی ہیں۔ آنکھیں بولتی نہیں ہیں لیکن آنکھوں کے انداز اور اداؤں پر عُشاق کٹ مرنے کو بھی تیار ہوتے ہیں۔ میرؔ کی حالت بھی ایسی ہی ہے کہ محبوب کی نیم وا آنکھیں اس پر ایک سحر طاری کر دیتی ہیں، ایک مستی اور نشہ طاری کرتی ہیں، نشہ بھی ایسا جیسا کہ شراب میں ہُوا کرتا ہے۔ یعنی محبوب کی آنکھیں شاعر کے رُوبرو ہوں یا ان کا نظارہ خواب و خیال میں ہو، بہر حال شاعر کی کیفیتیں تبدیل ہو جاتی ہیں اور وہ خود پر شراب کی طرح کا نشہ اور مَستی محسوس کرتا ہے۔ بقول شاعر:

؎ کیفیتِ چشم اس کی مجھے یاد ہے سوداؔ
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجیو کہ چلا میں

غرض یہ کہ میرؔ نے کمالِ تخیّل سے کام لیتے ہوئے حسنِ محبوب سے متعلق اپنے جذبات و احساسات کو سادگی، روانی، سلاست اور موزوں ترین الفاظ میں بیان کیا ہے کہ شعر سَہلِ مُمتنع کی عمدہ مثال بن گیا ہے۔ محبوب کی آنکھوں کی رنگت کو شراب کی رنگت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

مختصراً ہم یوں کہ سکتے ہیں کہ میرؔ کی شاعری اپنی ہمہ گیری، آفاقیت، خلوص و سادگی اور پُر اثر اسلوب کی وجہ سے وہ مقام رکھتی ہے جو نہ تو ان کے ہم عصروں کو نصیب ہوا اور نہ ہی ان کے بعد کے شعرا کو۔ میرؔ نے غمِ عشق اور غمِ روزگار کو بڑی حوصلہ مندی سے برداشت کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اظہارِ غم میں روایتی نہیں بلکہ حکایتی انداز پیدا ہوا ہے۔ ناقدین کے مطابق:

''میرؔ کی غزل جانِ غزل ہے اور بلاشبہ ان کے انداز و اُسلوب میں کوئی ان کا ہم سر ہے نہ حریف!!''

www.ilmkidunya.com

مشقی سوالات

(U.B-A.B)

سوال نمبر۱۔ مختصر جوابات دیں۔

(الف): اس غزل میں ردیف کون سے الفاظ ہیں؟

جواب: غزل کی ردیف

اس غزل میں ردیف کے الفاظ ''کی سی ہے'' ہیں۔

(ب): اس غزل میں استعمال ہونے والے قافیوں کی نشاندہی کریں۔

جواب: اس غزل میں قافیے

اس غزل میں استعمال ہونے والے قافیے حسبِ ذیل ہیں:

حباب، سراب، گلاب، خواب، اضطراب، خراب، کباب اور شراب۔

(ج): دوسرے شعر میں ہونٹوں کو کس سے تشبیہ دی گئی ہے؟ لاہور بورڈ G-I 2013، گوجرانوالہ G-II 2015

جواب: ہونٹوں کی تشبیہ

دوسرے شعر میں شاعر نے ہونٹوں کو گُلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دی ہے۔

(د): میؔر نے ''نیم باز آنکھوں کی مستی'' کو کیا قرار دیا ہے؟ لاہور بورڈ G-II 2016، گوجرانوالہ G-I 2015

جواب: آنکھوں کی مستی

میؔر نے ''نیم باز آنکھوں کی مستی'' کو شراب کی مستی قرار دیا ہے۔

(ہ): شاعر ''اِضطِراب'' کی حالت میں کیا کرتا ہے؟ لاہور بورڈ G-II 2015، G-I 2016

جواب: شاعر کی حالتِ اضطراب

شاعر اضطراب کی حالت میں بار بار اپنے محبوب کے در پر جاتا ہے۔

(و): اس غزل کے مطلع اور مقطع کی نشاندہی کریں۔

جواب: اس غزل کا مطلع یہ ہے:

ہستی اپنی حَباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

اس غزل کا مقطع یہ ہے:

میؔر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

(ز): غزل سے کیا مراد ہے؟

جواب: غزل کی تعریف

لغت میں غزل کے معنی ''عورتوں سے باتیں کرنا'' یا ''عورتوں کی باتیں کرنا'' کے ہیں۔ اصطلاح میں غزل شاعری کی وہ قسم ہے جس میں حسن وعشق کے موضوعات اور تجربات پیش کیے جاتے ہیں۔ غزل میں حُسن وعشق کے ساتھ تصوّف، اخلاق اور حیات وکائنات کے مضامین بھی ملتے ہیں۔

www.ilmkidunya.com

(ہ): **نظم اور غزل میں بنیادی فرق کیا ہے؟**

جواب: **نظم اور غزل میں فرق**

غزل اور نظم میں بنیادی فرق یہ ہے کہ نظم کے تمام اَشعار ایک ہی موضوع پر ہوتے ہیں جب کہ غزل کا ہر شعر موضوع کے اعتبار سے مکمل ہوتا ہے۔اس حوالے سے وہ دوسرے اشعار کا محتاج نہیں ہوتا ہے۔

(ط): **شعری اصطلاح میں مطلع سے کیا مراد ہے؟**

جواب: **مطلع سے مراد**

مطلع کے معنی ''نکلنے کی جگہ'' یا ''نکلنا'' کے ہیں۔اصطلاح میں غزل یا قصیدے کے پہلے شعر کو مطلع کہا جاتا ہے۔مطلع کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف

ہوتے ہیں۔مثلاً

؎ ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

(ی): **شعری اصطلاح میں مقطع سے کیا مراد ہے؟**

جواب: **مقطع سے مراد**

مقطع کے لغوی معنی ''ختم کرنے'' یا ''کاٹنے'' کے ہیں۔اصطلاح میں مقطع غزل کے آخری شعر کو کہا جاتا ہے جس میں شاعر اپنا تخلّص استعمال کرتا ہے۔جس شعر میں شاعر اپنا تخلص استعمال نہ کرے اسے غزل کا آخری شعر کہا جائے گا، مقطع نہیں۔مثلاً

؎ میر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

سوال نمبر۴۔درجہ ذیل مرکبات، مرکب کی کون سی قسم ہیں۔

چشمِ دل، اس کے لب، آتشِ غم، اس کا درد

جواب: تمام مرکبات مرکب اضافی ہیں۔

سوال نمبر۵۔درج ذیل میں سے مذکر اور مؤنث الگ الگ کریں۔ (U.B-A.B)

مذکر: حباب، سراب، لب، کباب

مؤنث: ہستی، نمائش، بو، ہستی، شراب

غزل کا تعارف (U.B-A.B)

لفظی معنی: عورتوں سے باتیں کرنا، عورتوں سے متعلق بات کرنا۔

اصطلاحی معنی: شاعری کی وہ قسم جس میں حسن وعشق کے موضوعات اور تجربات پیش کیے جائیں۔

غزل کی خصوصیات:

- ☆ پہلا شعر مطلع اور آخری شعر مقطع ہوتا ہے۔
- ☆ پہلے شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ جب کہ باقی اشعار کے ہر دوسرے مصرعے میں قافیہ ہوتا ہے۔
- ☆ غزل کا ہر شعر اکائی ہوتا ہے۔
- ☆ غزل کا کوئی شعر دوسرے شعر کا محتاج نہیں ہوتا۔
- ☆ غزل کا ہر شعر موضوع کے اعتبار سے مکمل ہوتا ہے۔

www.ilmkidunya.com

مطلع کا تعارف (U.B-A.B)

لفظی معنی: طلوع ہونا، طلوع ہونے کی جگہ، نکلنا

اصطلاحی معنی: نظم یا غزل یا قصیدے کا وہ پہلا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہوں۔

مطلع کی شرائط:

☆ غزل نما نظم یا غزل یا قصیدے کا پہلا شعر ہو۔

☆ دونوں مصرعے ہم قافیہ و ہم ردیف ہو۔

مثال:

ہستی اپنی حباب کی سی ہے
یہ نمائش سراب کی سی ہے

مقطع کا تعارف (U.B-A.B)

لفظی معنی: کاٹنا، ختم کرنا

اصطلاحی معنی: غزل کا وہ آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلّص استعمال کرے۔

مقطع کی شرائط:

☆ پابند نظم، غزل یا قصیدے کا آخری شعر ہو۔

☆ شاعر کا تخلص موجود ہو۔

مثال:

میرؔ ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

غزل میں موجود تشبیہات

ہستی اور حباب، نمائش اور سراب، پنکھڑی اور گلاب، زندگی اور خواب، محبّ اور خانہ خراب، دل اور کباب، آنکھیں اور شراب کی مستی

کثیر الانتخابی سوالات

(U.B-A.B)

1۔ میر تقی میرؔ کا سنہ پیدائش ہے:

(A) ۱۷۲۵ء (B) ۱۸۱۰ء (C) ۱۷۶۴ء (D) ۱۸۴۶ء

2۔ میر تقی میرؔ کا سنہ وفات ہے: گوجرانوالہ بورڈ G-I-2015

(A) ۱۷۲۵ء (B) ۱۸۱۰ء (C) ۱۷۶۴ء (D) ۱۸۴۶ء

3۔ میرؔ کے والد کا نام تھا:

(A) سعادت علی (B) تقی خان (C) یوسف علی (D) میر علی متقی

4۔ میرؔ پیدا ہوئے: لاہور بورڈ G-I-2013

(A) لکھنؤ میں (B) دلی میں (C) آگرہ میں (D) فیض آباد میں

www.ilmkidunya.com

5۔ میرؔ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی:
(A) سید امان اللہ سے (B) میر علی متقی سے (C) مرزا تقی خان (D) مولوی نوازش علی سے

6۔ سید امان اللہ کا میرؔ کے والد کے ساتھ کیا رشتہ تھا؟
(A) مرید تھے (B) منھ بولے بھائی تھے
(C) مرید اور منھ بولے بھائی تھے (D) سگے بھائی تھے

7۔ میرؔ تلاشِ معاش کے لیے آگرہ چھوڑ کر گئے:
(A) لکھنؤ (B) فیض آباد (C) دلی (D) لاہور

8۔ دِلّی میں خراب امن وامان کی وجہ سے میرؔ نے مجبور ہو کر رخ کیا:
(A) لکھنؤ کا (B) فیض آباد کا (C) دلی کا (D) لاہور کا

9۔ لکھنؤ میں میرؔ کس کے دربار سے وابستہ ہوئے؟
(A) نواب یوسف علی خاں (B) نواب تقی خاں (C) نواب سعادت علی خاں (D) نواب آصف الدولہ

10۔ خُدائے سخن کہا گیا ہے:
(A) غالبؔ کو (B) امیرؔ مینائی کو (C) میرؔ کو (D) نظیرؔ اکبر آبادی کو

11۔ اَصنافِ شعر میں میرؔ کی پہچان ہے:
(A) نظم (B) غزل (C) مرثیہ (D) منقبت

12۔ میر تقی میرؔ کی وجہ شہرت ہے: لاہور بورڈ G-I-2014
(A) غزل (B) نظم (C) مرثیہ (D) قصیدہ

13۔ میرؔ کی شاعرانہ عظمت کا اِعتراف کیا ہے:
(A) ان کے ہم عصر شعرا نے (B) ان کے ہم زمانہ شعرا نے
(C) ان کے دوست شعرا نے (D) صوفی شعرا نے

14۔ میرؔ کو "سرتاجِ شعرائے اردو" کہا ہے:
(A) ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے **(B) غالبؔ نے** (C) اقبالؒ نے (D) مولانا حالیؔ نے

15۔ "نِکات الشعرا" تصنیف ہے:
(A) غالبؔ کی (B) نظیرؔ اکبر آبادی کی (C) میرؔ کی (D) امیرؔ مینائی کی

16۔ میرؔ کے فارسی دیوان ہیں:
(A) ایک (B) دو (C) تین (D) چار

17۔ میرؔ کے اُردو دیوان ہیں:
(A) دو (B) چار (C) چھے (D) آٹھ

18۔ یہ نمائش ____ کی سی ہے:
(A) سراب (B) شراب (C) خاک (D) خانہ خراب

19۔ نازکی اس کے لب کی کیا ____
(A) بولیے (B) سنیے (C) بتائیے (D) کہیے

www.ilmkidunya.com

20۔ چشمِ دل کھول اس بھی ________ پر

(A) عالم (B) دنیا (C) جہان (D) کائنات

21۔ میں جو بولا، کہا کہ یہ ________

(A) بات (B) انداز (C) آواز (D) جذبات

22۔ آتشِ ________ میں دل پُھنا شاید

(A) غم (B) دکھ (C) درد (D) رنج

23۔ کس کے محبوب کی نیم باز آنکھوں میں شراب کی سی مستی ہے؟ گوجرانوالہ بورڈ G-I-2016

(A) غالبؔ کے (B) میرؔ کے (C) آتشؔ کے (D) بہادر شاہ ظفرؔ کے

24۔ میر تقی میرؔ کی غزل کا ماخذ ہے:

(A) کلیاتِ میرؔ: دیوانِ اول (B) کلیاتِ میرؔ: دیوانِ دوم

(C) کلیاتِ میرؔ: دیوان سوم (D) کلیاتِ میرؔ: دیوان چہارم

25۔ غزل کے پہلے شعر کو کہتے ہیں: لاہور بورڈ G-II-2015

(A) قطعہ (B) رقعہ (C) مقطع (D) مطلع

کثیر الانتخابی سوالات کے جوابات

C	10	D	9	A	8	C	7	C	6	A	5	C	4	D	3	B	2	A	1
A	20	D	19	A	18	C	17	A	16	C	15	A	14	A	13	A	12	B	11
										D	25	A	24	B	23	A	22	C	21

www.ilmkidunya.com
www.ilmkidunya.com